# صحیح بخاری

امیر المومنین فی الحدیث امام الدنیا فی فقہ الحدیث

حضرت الامام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ

ترجمہ و تشریح

حضرت مولانا محمد داؤد راز رحمہ اللہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

قال رسول اللہ ﷺ انما الاعمال بالنیات

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

# صحیح بخاری

جلد اوّل

امیر المومنین فی الحدیث سید الفقہاء

حضرت الامام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتشریح

حضرت مولانا محمد داؤد راز رحمۃ اللہ علیہ

نظر ثانی

حضرت العلامہ مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ

حضرت العلامہ مولانا ابو محمد عبدالجبار سلفی رحمہ اللہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | صحیح بخاری شریف |
| مترجم | : | حضرت مولانا علامہ محمد داؤد راز رحمہ اللہ |
| ناشر | : | مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند |
| سن اشاعت | : | ۲۰۰۴ء |
| تعداد اشاعت | : | ۱۰۰۰ |
| قیمت | : | |


## ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ ترجمان ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۶

۲۔ مکتبہ سلفیہ، جامعہ سلفیہ بنارس، ریوڑی تالاب، وارانسی

۳۔ مکتبہ نوائے اسلام، ۱۱۶۴ اے، چاہ رہٹ جامع مسجد، دہلی

۴۔ مکتبہ مسلم، جمعیت منزل، بربرشاہ سری نگر، کشمیر

۵۔ حدیث پبلیکیشن، چار مینار مسجد روڈ، بنگلور ۔ ۵۶۰۰۵۱

۶۔ مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار مئوناتھ بھنجن، یوپی

# ۱- کتاب الوحی

# کتاب وحی کے بارے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ الشَّيْخُ الإِمَامُ الْحَافِظُ أَبُوعَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُغِيرَةِ الْبُخَارِيُّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى آمِين:

شیخ امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

## ١- بَابٌ: كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ

وَقَوْلُ اللهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ ﴾ [النساء : ١٦٣]

## باب

اس بارے میں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدا کیسے ہوئی اور اللہ عزوجل کا یہ فرمان کہ "ہم نے بلاشبہ (اے محمدؐ!) آپ کی طرف وحی کا نزول اسی طرح کیا ہے جس طرح حضرت نوحؑ اور ان کے بعد آنے والے تمام نبیوں کی طرف کیا تھا۔"

١- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الأَنْصَارِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ

(۱) ہم کو حمیدی نے یہ حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہم کو سفیان نے یہ حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں ہم کو یحییٰ بن سعید انصاری نے یہ حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے یہ حدیث محمد بن ابراہیم تیمی سے حاصل ہوئی۔ انہوں نے اس حدیث کو علقمہ بن وقاص لیثی سے

وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ)).

[أطرافه في: ٥٤، ٢٥٢٩، ٣٨٩٨، ٥٠٧٠، ٦٦٨٩، ٦٩٥٣].

سنا' ان کا بیان ہے کہ میں نے مسجد نبوی میں منبر رسول ﷺ پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنا' وہ فرما رہے تھے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے کہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔ پس جس کی ہجرت (ترک وطن) دولت دنیا حاصل کرنے کے لیے ہو یا کسی عورت سے شادی کی غرض ہو۔ پس اس کی ہجرت ان ہی چیزوں کے لیے ہو گی جن کے حاصل کرنے کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔

**تشریح** حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع صحیح کے افتتاح کے لیے یا تو صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی کو کافی سمجھا کہ اس میں بھی اللہ کی حمد کامل طور پر موجود ہے یا آپ نے حمد کا تلفظ زبان سے ادا فرمالیا کہ اس کے لیے لکھنا ہی ضروری نہیں۔ یا پھر آپ نے جناب نبی کریم ﷺ کی سنت ہی کو ملحوظ خاطر رکھا ہو کہ تحریرات نبوی کی ابتدا صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی سے ہوا کرتی تھی جیسا کہ کتب تواریخ و سیر سے ظاہر ہے۔ حضرت الامام قدس سرہ نے پہلے "وحی" کا ذکر مناسب سمجھا اس لیے کہ قرآن و سنت کی اولین بنیاد "وحی" ہے۔ اسی پر آنحضرت ﷺ کی صداقت موقوف ہے۔ وحی کی تعریف علامہ قسطلانی شارح بخاری کے لفظوں میں یہ ہے ((والوحی الاعلام فی خفاء و فی اصطلاح الشرع اعلام اللہ تعالٰی انبیاء ہ الشیء امابکتاب اوبرسالۃ ملک اومنام اوالھام)) (ارشاد الساری ۴۸/۱) یعنی وحی لغت میں اس کو کہتے ہیں کہ مخفی طور پر کوئی چیز علم میں آجائے اور شرعاً وحی یہ ہے کہ اللہ پاک اپنے نبیوں رسولوں کو براہ راست کسی مخفی چیز پر آگاہ فرما دے۔ اس کی بھی مختلف صورتیں ہیں' یا تو ان پر کوئی کتاب نازل فرمائے یا کسی فرشتے کو بھیج کر اس کے ذریعہ سے خبر دے یا خواب میں آگاہ فرما دے' یا دل میں ڈال دے۔ وحی محمدی کی صداقت کے لیے حضرت امام نے آیت کریمہ ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ﴾ (النساء: ۱۶۳) درج فرما کر بہت سے لطیف اشارات فرمائے ہیں' جن کی تفصیل طوالت کا باعث ہے۔ مختصر یہ کہ آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ سلسلہ عالیہ حضرت آدم' نوح' ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ و جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام سے مربوط ہے اور اس سلسلے کی آخری کڑی حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس طرح آپ کی تصدیق جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی تصدیق ہے اور آپ کی تکذیب جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی تکذیب ہے۔ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ((ومناسبۃ الایۃ للترجمۃ واضح من جھۃ ان صفۃ الوحی الی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم توافق صفۃ الوحی الی من تقدمہ من النبیین)) (فتح الباری ۹/۱) یعنی باب بدء الوحی کے انعقاد اور آیت (انا اوحینا الیک) الایۃ میں مناسبت اس طور پر واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ پر وحی کا نزول قطعی طور پر اسی طرح ہے جس طرح آپ سے قبل تمام نبیوں رسولوں پر وحی کا نزول ہوتا رہا ہے۔

ذکر وحی کے بعد حضرت الامام نے حدیث انما الاعمال بالنیات کو نقل فرمایا' اس کی بہت سی وجوہ ہیں۔ ان میں سے ایک وجہ یہ ظاہر کرنا بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو خزانہ وحی سے جو کچھ بھی دولت نصیب ہوئی یہ سب آپ کی اس پاک نیت کا ثمرہ ہے جو آپ کو ابتداء عمر ہی سے حاصل تھی۔ آپ کا بچپن' جوانی' الغرض قبل نبوت کا سارا عرصہ نہایت پاکیزگی کے ساتھ گذرا۔ آخر میں آپ نے دنیا سے قطعی علیحدگی اختیار فرما کر غار حرا میں خلوت اختیار فرمائی۔ آخر آپ کی پاک نیت کا ثمرہ آپ کو حاصل ہوا اور خلعت رسالت سے

آپ کو نوازا گیا۔ روایت حدیث کے سلسلہ عالیہ میں حضرت الامام قدس سرہ نے امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی سند کا افتتاح فرمایا۔ حضرت امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل، حسب و نسب ہر لحاظ سے اس کے اہل تھے اس لیے کہ ان کی علمی و عملی جلالت شان کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے ہیں، حسب و نسب کے لحاظ سے قریشی ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے جا ملتا ہے۔ ان کی کنیت ابوبکر، نام عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ ہے، ان کے اجداد میں کوئی بزرگ حمید بن اسامہ نامی گذرے ہیں، ان کی نسبت سے یہ حمیدی مشہور ہوئے۔ اس حدیث کو امام بخاریؒ حمیدی سے جو کہ مکی ہیں، لاکر یہ اشارہ فرما رہے ہیں کہ وحی کی ابتدا مکہ سے ہوئی تھی۔

حدیث ((انما الاعمال بالنیات)) کی بابت علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں ((و ھذا الحدیث احد الاحادیث التی علیھا مدار الاسلام ----- و قال الشافعی واحمد انہ یدخل فیہ ثلث العلم)) (ارشاد الساری ۱/۵۶، ۵۷) یعنی یہ حدیث ان احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا دار و مدار ہے۔ امام شافعیؒ اور احمدؒ جیسے اکابر امت نے صرف اس ایک حدیث کو علم دین کا تہائی یا نصف حصہ قرار دیا ہے۔ اسے حضرت عمرؓ کے علاوہ اور بھی تقریباً بیس اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا ہے۔ بعض علماء نے اسے حدیث متواتر بھی قرار دیا ہے۔ اس کے راویوں میں سعد بن ابی وقاص، علی بن ابی طالب، ابو سعید خدری، عبداللہ بن مسعود، انس، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ، جابر بن عبداللہ، معاویہ بن ابی سفیان، عبادۃ بن صامت عتبہ بن عبدالسلمی، ھلال بن سوید، عقبہ بن عامر، ابوذر عقبہ بن المنذر عقبہ بن مسلم اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی نقل کیے گئے ہیں۔ (قسطلانیؒ)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح کو اس حدیث سے اس لیے شروع فرمایا کہ ہر نیک کام کی تکمیل کے لیے خلوص نیت ضروری ہے۔ احادیث نبویؐ کا جمع کرنا، ان کا لکھنا، ان کا پڑھنا، یہ بھی ایک نیک ترین عمل ہے، پس اس فن شریف کے حاصل کرنے والوں کے لیے آداب شرعیہ میں سے یہ ضروری ہے کہ اس علم شریف کو خالص دل کے ساتھ محض رضائے الٰہی و معلومات سنن رسالت پناہی کے لیے حاصل کریں، کوئی غرض فاسد ہرگز درمیان میں نہ ہو۔ ورنہ یہ نیک عمل بھی اجر و ثواب کے لحاظ سے ان کے لیے مفید عمل نہ ہو سکے گا۔ جیسا کہ اس حدیث کے شان ورود سے ظاہر ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت ام قیس نامی کو نکاح کا پیغام دیا تھا، اس نے جواب میں خبر دی، کہ آپ ہجرت کر کے مدینہ آجائیں تو شادی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ شخص اسی غرض سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچا اور اس کی شادی ہو گئی۔ دوسرے صحابہ کرام اس کو مہاجر ام قیس کہا کرتے تھے۔ اسی واقعہ سے متاثر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

حضرت امام قسطلانی فرماتے ہیں۔ ((واخرجہ المولف فی الایمان والعتق والھجرۃ والنکاح والایمان والنذور وترک الحیل و مسلم والترمذی والنسائی و ابن ماجۃ واحمدوا للدارقطنی و ابن حبان و البیھقی)) یعنی امام بخاریؒ اپنی جامع صحیح میں اس حدیث کو یہاں کے علاوہ کتاب الایمان میں بھی لائے ہیں اور وہاں آپ نے یہ باب منعقد فرمایا ہے ((باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ والحسبۃ و لکل امرء مانوی)) یہاں آپ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے کہ وضو، زکوٰۃ، حج، روزہ جملہ اعمال خیر کا اجر اسی صورت میں حاصل ہو گا کہ خلوص نیت سے بغرض طلب ثواب ان کو کیا جائے۔ یہاں آپ نے استشہاد مزید کے لیے قرآنی آیت کریمہ ((قل کل یعمل علی شاکلتہ)) کو نقل کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ شاکلتہ سے نیت ہی مراد ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر بہ نیت ثواب خرچ کرتا ہے تو یقیناً اسے ثواب حاصل ہو گا۔ تیسرے امام بخاریؒ اس حدیث کو کتاب العتق میں لائے ہیں۔ چوتھے باب الھجرۃ میں پانچویں کتاب النکاح میں چھٹے نذور کے بیان میں۔ ساتویں کتاب الحیل میں۔ ہر جگہ اس حدیث کی نقل سے غرض یہ ہے کہ صحت اعمال و ثواب اعمال سب نیت ہی پر موقوف ہیں اور حدیث ہذا کا مفہوم بطور عموم ہر دو صورتوں کو شامل ہے۔ اس حدیث کے ذیل میں فقہاء شوافع صرف صحت

اعمال کی تخصیص کرتے ہیں اور فقہاء احناف صرف ثواب اعمال کی۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے ان ہر دو کی تغلیط فرماتے ہوئے امام المحدثین بخاری رحمہ اللہ ہی کے موقف کی تائید کی ہے کہ یہ حدیث ہر دو صورتوں کو شامل ہے۔ (دیکھو انوار الباری ۱/۲۹،۱۷)

نیت سے دل کا ارادہ مراد ہے۔ جو ہر فعل اختیاری سے پہلے دل میں پیدا ہوتا ہے' نماز' روزہ' وغیرہ کے لیے زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا غلط ہے۔ علامہ ابن تیمیہ" اور دیگر اکابر امت نے تصریح کی ہے کہ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے کا ثبوت نہ خود رسول کریم ﷺ سے ہے نہ صحابہ" و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے' لہٰذا زبان سے نیت کے الفاظ کا ادا کرنا محض ایجاد بندہ ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

آج کل ایک جماعت منکرین حدیث کی بھی پیدا ہو گئی ہے جو اپنی ہفوات کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی بھی استعمال کیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت حدیث کے خلاف تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع صحیح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے شروع فرمایا ہے۔ جس سے روز روشن کی طرف واضح ہو گیا کہ منکرین حدیث کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ الزام بالکل غلط ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود احادیث نبوی کو روایت فرمایا کرتے تھے۔ ہاں صحت کے لیے آپ کی طرف سے احتیاط ضرور مد نظر تھا اور یہ ہر عالم امام' محدث کے سامنے ہونا ہی چاہیے۔ منکرین حدیث کو معلوم ہونا چاہیے کہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں احادیث نبوی کی نشرواشاعت کا غیر معمولی اہتمام فرمایا تھا اور دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں ایسے جلیل القدر صحابہ کو اس غرض کے لیے روانہ فرمایا تھا' جن کی پختگی سیرت اور بلندی کردار کے علاوہ ان کی جلالت علمی تمام صحابہ میں مسلم تھی۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ازالۃ الخفاء میں تحریر فرماتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

"فاروق اعظم" نے حضرت عبداللہ بن مسعود" کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ اور معقل بن یسار و عبداللہ بن مغفل و عمران بن حصین کو بصرہ میں مقرر فرمایا اور عبادہ بن صامت اور ابودرداء کو شام روانہ فرمایا اور ساتھ ہی وہاں کے عمال کو لکھا کہ ان حضرات کو ترویج احادیث کے لیے مقرر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ حضرات جو حدیث بیان کریں ان سے ہرگز تجاوز نہ کیا جائے۔ معاویہ بن ابی سفیان جو اس وقت شام کے گورنر تھے ان کو خصوصیت کے ساتھ اس پر توجہ دلائی۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۶ نبوی میں ایمان لائے اور آپ کے مسلمان ہونے پر کعبہ شریف میں مسلمانوں نے نماز باجماعت ادا کی یہ پہلا موقع تھا کہ باطل کے مقابلہ پر حق سربلند ہوا۔ اسی وجہ سے آپ کو رسول کریم ﷺ نے فاروق کا لقب عطا فرمایا۔ آپ بڑے نیک' عادل اور صائب الرائے تھے۔ رسول اللہ ﷺ آپ کی تعریف میں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے۔ ۱۳ نبوی میں آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت اسلامیہ کو سنبھالا اور آپ کے دور میں فتوحات اسلامی کا سیلاب دور دور تک پہنچ گیا تھا۔ آپ ایسے مفکر اور ماہر سیاست تھے کہ آپ کا دور اسلامی حکومت کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ مغیرہ بن شعبہ کے ایک پارسی غلام فیروز نامی نے آپ کے دربار میں اپنے آقا کی ایک غلط شکایت پیش کی تھی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر توجہ نہ دی۔ مگر وہ پارسی غلام ایسا برافروختہ ہوا کہ صبح کی نماز میں خنجر چھپا کر لے گیا اور نماز کی حالت میں آپ پر اس ظالم نے حملہ کر دیا۔ اس کے تین دن بعد یکم محرم ۲۴ھ کو آپ نے جام شہادت نوش فرمایا اور نبی اکرم ﷺ اور اپنے مخلص رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں قیامت تک کے لیے سو گئے۔ ((انا للہ و انا الیہ راجعون. اللھم اغفرلھم اجمعین. آمین.))

بَابٌ

باب

۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:

(۲) ہم کو عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' ان کو مالک نے ہشام

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَأَلَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ يَأْتِيْكَ الْوَحْيُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((أَحْيَانًا يَأْتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ، وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلاً فَيُكَلِّمُنِيْ فَأَعِيْ مَا يَقُوْلُ)). قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ الْبَرْدِ فَيُفْصِمُ عَنْهُ وَإِنَّ جَبِيْنَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا.

[أطرافه في: ٣٢١٥].

بن عروہ کی روایت سے خبر دی' انہوں نے اپنے والد سے نقل کی' انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص حارث بن ہشام نامی نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا تھا کہ حضور آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وحی نازل ہوتے وقت کبھی مجھ کو گھنٹی کی سی آواز محسوس ہوتی ہے اور وحی کی یہ کیفیت مجھ پر بہت شاق گذرتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل و دماغ پر (اس فرشتے) کے ذریعہ نازل شدہ وحی محفوظ ہو جاتی ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ بشکل انسان میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے۔ پس میں اس کا کہا ہوا یاد رکھ لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے سخت کڑاکے کی سردی میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور جب اس کا سلسلہ موقوف ہوا تو آپ کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔

**تشریح:** انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ پر نزول وحی کے مختلف طریقے رہے ہیں۔ انبیاء کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں اور ان کے قلوب مجلی پر جو واردات یا الہامات ہوتے ہیں وہ بھی وحی ہیں۔ کبھی اللہ کا فرستادہ فرشتہ اصل صورت میں ان سے ہمکلام ہوتا ہے اور کبھی بصورت بشر حاضر ہو کر ان کو خدا کا فرمان سناتا ہے۔ کبھی باری تعالیٰ و تقدس خود براہ راست اپنے رسول سے خطاب فرماتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں وقتاً فوقتاً وحی کی یہ جملہ اقسام پائی گئیں۔ حدیث بالا میں جو گھنٹی کی آواز کی مشابہت کا ذکر آیا ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سے وحی مراد لے کر آنے والے فرشتے کے پیروں کی آواز مراد بتلائی ہے' بعض حضرات نے اس آواز سے صوت باری کو مراد لیا ہے اور قرآنی آیت ﴿ وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ ﴾ الخ (الشوریٰ: ۵۱) کے تحت اسے وراء حجاب والی صورت سے تعبیر کیا ہے' آج کل ٹیلی فون کی ایجاد میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ فون کرنے والا پہلے گھنٹی پر انگلی رکھتا ہے اور وہ آواز جہاں فون کرتا ہے گھنٹی کی شکل میں آواز دیتی ہے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ حدیث مندرجہ بالا میں بھی کوئی ایسا ہی استعارہ ہے۔ ہاں کچھ نہ کچھ مشابہت ضرور ہے وحی اور الہام بھی اللہ پاک کی طرف سے ایک غیبی روحانی فون ہی ہے جو عالم بالا سے اس کے مقبول بندگان انبیاء و رسل کے قلوب مبارکہ پر نزول کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ پر وحی کا نزول اس کثرت سے ہوا کہ اسے باران رحمت سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ قرآن مجید وہ وحی ہے جسے وحی متلو کہا جاتا ہے' یعنی وہ وحی جو تا قیام دنیا مسلمانوں کی تلاوت میں رہے گی اور وحی غیر متلو آپ کی احادیث قدسیہ ہیں جن کو قرآن مجید میں "الحكمة" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہر دو قسم کی وحی کی حفاظت اللہ پاک نے اپنے ذمہ لی ہوئی ہے اور اس چودہ سو سال کے عرصہ میں جس طرح قرآن کریم کی خدمت و حفاظت کے لیے حفاظ' قراء' علماء' فضلاء' مفسرین پیدا ہوتے رہے' اسی طرح احادیث نبویہ کی حفاظت کے لیے اللہ پاک نے گروہ محدثین امام بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ وغیرہم جیسوں کو پیدا کیا۔ جنہوں نے علوم نبوی کی وہ خدمت کی کہ قیامت تک امت ان کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ حدیث نبوی کہ اگر دین ثریا پر ہو گا تو آل فارس سے کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو وہاں سے بھی اسے حاصل

کریں گے' بلاشک و شبہ اس سے یہی محدثین کرام امام بخاری و مسلم وغیرہم مراد ہیں۔ جنھوں نے احادیث نبوی کی طلب میں ہزارہا میل پیدل سفر کیا اور بڑی بڑی تکالیف برداشت کر کے ان کو مدون فرمایا۔

صد افسوس کہ آج اس چودھویں صدی میں کچھ لوگ کھلم کھلا احادیث نبوی کا انکار کرتے اور محدثین کرام پر پھبتیاں اڑاتے ہیں اور کچھ ایسے بھی پیدا ہو چلے ہیں جو بظاہر ان کے احترام کا دم بھرتے ہیں اور درپردہ ان کو غیر ثقہ' محض روایت کنندہ' درایت سے عاری' ناقص الفہم ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں۔ مگر اللہ پاک نے اپنے مقبول بندوں کی خدمات جلیلہ کو جو دوام بخشا اور ان کو قبول عام عطا فرمایا وہ ایسی غلط کاوشوں سے زائل نہیں ہو سکتا۔ الغرض وحی کی چار صورتیں ہیں (۱) اللہ پاک براہ راست اپنے رسول نبی سے خطاب فرمائے (۲) کوئی فرشتہ اللہ کا پیغام لے کر آئے (۳) یہ کہ قلب پر القاء ہو (۴) چوتھے یہ کہ سچے خواب دکھائی دیں۔

اصطلاحی طور پر وحی کا لفظ صرف پیغمبروں کے لیے بولا جاتا ہے اور الہام عام ہے جو دوسرے نیک بندوں کو بھی ہوتا رہتا ہے۔ قرآن مجید میں جانوروں کے لیے بھی لفظ الہام کا استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ و اوحی ربک الی النحل (النحل : ۶۸) میں مذکور ہے۔ وحی کی مزید تفصیل کے لیے حضرت امام حدیث ذیل نقل فرماتے ہیں۔

۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ: أَوَّلُ مَا بُدِىءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِيْ النَّوْمِ، فَكَانَ لاَ يَرَى رُؤْيَا إِلاَّ جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ. ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلاَءُ، وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ - وَهُوَ التَّعَبُّدُ - اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ، قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا، حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ، فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ: اقْرَأْ. فَقَالَ: فَقُلْتُ ((مَا أَنَا بِقَارِىءٍ)). قَالَ: ((فَأَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيْ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِيْ)) فَقَالَ: اقْرَأْ: ((قُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِىءٍ. فَأَخَذَنِيْ

(۳) ہم کو یحییٰ بن بکیر نے یہ حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی ہم کو لیث نے خبر دی' لیث عقیل سے روایت کرتے ہیں۔ عقیل ابن شہاب سے' وہ عروہ بن زبیر سے' وہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بتلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا ابتدائی دور اچھے سچے پاکیزہ خوابوں سے شروع ہوا۔ آپ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا۔ پھر من جانب قدرت آپ تنہائی پسند ہو گئے اور آپؐ نے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور کئی کئی دن اور رات وہاں مسلسل عبادت اور یاد الٰہی و ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ جب تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے۔ توشہ ختم ہونے پر ہی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لاتے اور کچھ توشہ ہمراہ لے کر پھر وہاں جا کر خلوت گزیں ہو جاتے' یہی طریقہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ پر حق منکشف ہو گیا اور آپ غار حرا ہی میں قیام پذیر تھے کہ اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! پڑھو آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا' آپؐ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے زور سے بھینچا کہ میری طاقت جواب دے گئی' پھر مجھے چھوڑ کر کہا کہ پڑھو'

فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي)) فَقَالَ: اقْرَأْ: ((فَقُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِىءٍ. فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ، خَلَقَ الإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اقْرَأْ وَرَبُّكَ الأَكْرَمُ ﴾)) فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلَى خَدِيْجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَ: ((زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ)) فَزَمَّلُوْهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ، فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ. ((لَقَدْ خَشِيْتُ عَلَى نَفْسِي)). فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ : كَلاَّ وَاللهِ مَا يُخْزِيْكَ اللهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُوْمَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ. فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيْجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى - ابْنَ عَمِّ خَدِيْجَةَ- وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ، فَيَكْتُبُ مِنَ الإِنْجِيْلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَكْتُبَ، وَكَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا قَدْ عَمِيَ، فَقَالَتْ لَهُ خَدِيْجَةُ : يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنَ ابْنِ أَخِيْكَ. فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ : يَا ابْنَ أَخِيْ مَاذَا تَرَى؟ ((فَأَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَأَى)) فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ: هَذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ نَزَّلَ اللهُ

میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے مجھ کو نہایت ہی زور سے بھینچا کہ مجھ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی' پھر اس نے کہا کہ پڑھ! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسری بار مجھ کو پکڑا اور تیسری مرتبہ پھر مجھ کو بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ پڑھو اپنے رب کے نام کی مدد سے جس نے پیدا کیا اور انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا' پڑھو اور آپ کا رب بہت ہی مہربانیاں کرنے والا ہے۔ پس یہی آیتیں آپ حضرت جبرئیلؑ سے سن کر اس حال میں غار حرا سے واپس ہوئے کہ آپ کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔ آپ حضرت خدیجہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھا دو' مجھے کمبل اڑھا دو۔ لوگوں نے آپ کو کمبل اڑھا دیا۔ جب آپ کا ڈر جاتا رہا۔ تو آپ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ مجھ کو اب اپنی جان کا خوف ہو گیا ہے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی ڈھارس بندھائی اور کہا کہ آپ کا خیال صحیح نہیں ہے۔ خدا کی قسم آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا' آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں' آپ تو کنبہ پرور ہیں' بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں' مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں' مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے اوصاف حسنہ والا انسان یوں بے وقت ذلت و خواری کی موت نہیں پا سکتا۔ پھر مزید تسلی کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں' جو ان کے چچا زاد بھائی تھے اور زمانہ جاہلیت میں نصرانی مذہب اختیار کر چکے تھے اور عبرانی زبان کے کاتب تھے' چنانچہ انجیل کو بھی حسب منشائے خداوندی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ (انجیل سریانی زبان میں نازل ہوئی تھی پھر اس کا ترجمہ عبرانی زبان میں ہوا۔ ورقہ اسی کو لکھتے تھے) وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان کی بینائی بھی رخصت ہو چکی تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے آپ کے

عَلَى مُوسَى، يَالَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا، لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((أَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ ؟)) قَالَ: نَعَمْ، لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلاَّ عُودِيَ، وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا. ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ، وَفَتَرَ الْوَحْيُ.

[أطرافه في : ٣٣٩٢، ٤٩٥٣، ٤٩٥٥، ٤٩٥٦، ٤٩٥٧، ٦٩٨٢].

حالات بیان کئے اور کہا کہ اے چچا زاد بھائی! اپنے بھتیجے (محمدؐ) کی زبانی ذرا ان کی کیفیت سن لیجئے۔ وہ بولے کہ بھتیجے آپ نے جو کچھ دیکھا ہے' اس کی تفصیل سناؤ۔ چنانچہ آپؐ نے از اول تا آخر پورا واقعہ سنایا' جسے سن کر ورقہ بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ یہ تو وہی ناموس (معزز راز دان فرشتہ) ہے جسے اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی دے کر بھیجا تھا۔ کاش' میں آپ کے اس عہد نبوت کے شروع ہونے پر جوان عمر ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول کریم ﷺ نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا کہ کیا وہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ (حالانکہ میں تو ان میں صادق و امین و مقبول ہوں) ورقہ بولا ہاں یہ سب کچھ سچ ہے۔ مگر جو شخص بھی آپ کی طرح امر حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہی ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کا وہ زمانہ مل جائے تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ مگر ورقہ کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ پھر کچھ عرصہ تک وحی کی آمد موقوف رہی۔

٤- قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الأَنْصَارِيِّ قَالَ: وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ - فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ: ((بَيْنَا أَنَا أَمْشِي، إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعْتُ بَصَرِي فَإِذَا الْمَلَكُ جَاءَنِي بِحِرَاءَ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، فَرُعِبْتُ مِنْهُ، فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي. فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَأَنْذِرْ - إِلَى قَوْلِهِ - وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾. فَحَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ)). تَابَعَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ وَأَبُو صَالِحٍ، وَتَابَعَهُ هِلاَلُ بْنُ رَوَّادٍ عَنِ

(4) ابن شہاب کہتے ہیں مجھ کو ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے رک جانے کے زمانے کے حالات بیان فرماتے ہوئے کہا کہ ایک روز میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان کی طرف ایک آواز سنی اور میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا وہ آسمان و زمین کے بیچ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس سے ڈر گیا اور گھر آنے پر میں نے پھر کمبل اوڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت اللہ پاک کی طرف سے یہ آیات نازل ہوئیں۔ اے لحاف اوڑھ کر لیٹنے والے! اٹھ کھڑا ہو اور لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھ اور گندگی سے دور رہ۔ اس کے بعد وحی تیزی کے ساتھ پے در پے آنے لگی۔ اس حدیث کو یحییٰ بن بکیر کے علاوہ لیث بن سعد سے عبداللہ بن یوسف

الزُّهْرِيِّ، وَقَالَ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ ((بَوَادِرُهُ)).
[أطرافه في : ٣٢٣٨، ٤٩٢٢، ٤٩٢٣، ٤٩٢٤، ٤٩٢٥، ٤٩٢٦، ٤٩٥٤، ٦٢١٤].

اور ابو صالح نے بھی روایت کیا ہے۔ اور عقیل کے علاوہ زہری سے ہلال بن رواد نے بھی روایت کیا ہے۔ یونس اور معمر نے اپنی روایت میں لفظ "فوادہ" کی جگہ "بوادرہ" نقل کیا ہے۔

**تشریح:** بوادر' بادرہ کی جمع ہے۔ جو گردن اور مونڈھے کے درمیانی حصہ جسم پر بولا جاتا ہے۔ کسی دہشت انگیز منظر کو دیکھ کر بسا اوقات یہ حصہ بھی پھڑکنے لگتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس حیرت انگیز واقعہ سے آپؐ کے کاندھے کا گوشت تیزی سے پھڑکنے لگا۔

ابتدائے وحی کے متعلق اس حدیث سے بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے۔ اول منامات صادقہ (سچے خوابوں) کے ذریعہ آپ کا رابطہ عالم مثال سے قائم کرایا گیا' ساتھ ہی آپؐ نے غار حرا میں خلوت اختیار کی۔ یہ غار مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپ نے وہاں "تحنث" اختیار فرمایا۔ لفظ تحنث زمانہ جاہلیت کی اصطلاح ہے۔ اس زمانہ میں عبادت کا اہم طریقہ یہی سمجھا جاتا تھا کہ آدمی کسی گوشے میں دنیا و مافیہا سے الگ ہو کر کچھ راتیں یاد خدا میں بسر کرے۔ چونکہ آپ کے پاس اس وقت تک وحی الٰہی نہیں آئی تھی' اس لیے آپ نے یہ عمل اختیار فرمایا اور یاد الٰہی ذکر و فکر و مراقبہ نفس میں بالقائے ربانی وہاں وقت گذارا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو تین مرتبہ اپنے سینے سے آپ کا سینہ ملا کر زور سے اس لیے بھینچا کہ بحکم خدا آپ کا سینہ کھل جائے اور ایک خاکی و مادی مخلوق کو نورانی مخلوق سے فوری رابطہ حاصل ہو جائے۔ یہی ہوا کہ آپ بعد میں وحی الٰہی اقرا باسم ربک کو فرفر ادا کرنے لگے۔ پہلی وحی میں یہ سلسلہ علوم معرفت حق و خلقت انسانی و اہمیت قلم و آداب تعلیم اور علم و جہل کے فرق پر جو جو لطیف اشارات کیے گئے ہیں' ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں' نہ یہاں گنجائش ہے۔ ورقہ بن نوفل عہد جاہلیت میں بت پرستی سے متنفر ہو کر نصرانی ہو گئے تھے اور ان کو سریانی و عبرانی علوم حاصل تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات پر ان کو جنتی لباس میں دیکھا اس لیے کہ یہ شروع ہی میں آپ پر ایمان لا چکے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کی ہمت افزائی کے لیے جو کچھ فرمایا وہ آپؐ کے اخلاق فاضلہ کی ایک بہترین تصویر ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرف عام کے پیش نظر فرمایا کہ آپ جیسے ہمدرد انسانیت با اخلاق ہرگز ذلیل و خوار نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ آپ کا مستقبل تو بے حد شاندار ہے۔ ورقہ نے حالات سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو لفظ "ناموس اکبر" سے یاد فرمایا۔ علامہ قسطلانیؒ شرح بخاری میں فرماتے ہیں هو صاحب سرالوحی والمراد به جبرئيل عليه الصلوٰة والسلام واهل الكتاب يسمونه الناموس الاكبر یعنی یہ وحی کے راز داں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جن کو اہل کتاب "ناموس اکبر" کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے۔ حضرت ورقہ نے باوجودیکہ وہ عیسائی تھے مگر یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام لیا' اس لیے کہ حضرت موسیٰ ہی صاحب شریعت ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت موسوی ہی کے مبلغ تھے۔ اس کے بعد تین یا اڑھائی سال تک وحی کا سلسلہ بند رہا کہ اچانک سورۂ مدثر کا نزول ہوا۔ پھر برابر پے در پے وحی آنے لگی۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو دبایا۔ اس کے متعلق علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں وهذا الغط ليفرغه عن النظر الى امور الدنيا و يقبل بكلية الى مايلقى اليه وكرره للمبالغة واستدل به على ان المودب لايضرب صبيا اكثر من ثلاث ضربات و قيل الغطة الاولى ليتخلى عن الدنيا والثانية ليتفرغ لمايوحى اليه والثالثة للمؤانسة (ارشاد الساری ۱/۶۳) یعنی یہ دبانا اس لیے تھا کہ آپ کو دنیاوی امور کی طرف نظر ڈالنے سے فارغ کر کے جو وحی و بار رسالت آپ پر ڈالا جا رہا ہے' اس کے کلی طور پر قبول کرنے کے لیے آپ کو تیار کر دیا جائے۔ اس واقعہ سے دلیل پکڑی گئی ہے کہ معلم کے لیے مناسب ہے کہ بوقت ضرورت اگر متعلم کو مارنا ہی ہو تو تین دفعہ سے زیادہ نہ مارے۔ بعض لوگوں نے اس واقعہ "غطہ" کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار کیا ہے۔ اس لیے کہ دیگر انبیاء کی ابتداء وحی کے وقت ایسا

واقعہ کہیں منقول نہیں ہوا۔ حضرت ورقہ بن نوفل نے آپ کے حالات سن کر جو کچھ خوشی کا اظہار کیا۔ اس کی مزید تفصیل علامہ قسطلانی یوں نقل فرماتے ہیں۔ ((فقال له ورقة ابشر ثم ابشر فانا اشهد انك الذي بشر به ابن مريم وانك على مثل ناموس موسٰى وانك نبي مرسل)) یعنی ورقہ نے کہا کہ خوش ہو جایئے' خوش ہو جایئے' میں یقیناً گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی و رسول ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ نے دی تھی اور آپ پر وہی ناموس نازل ہوا ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا اور آپ بیشک اللہ کے فرستادہ سچے رسول ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کو مرنے کے بعد جنتی لباس میں دیکھا تھا۔ اس لیے کہ وہ آپؐ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی' اس لیے جنتی ہوا۔ ورقہ بن نوفل کے اس واقعہ سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور اس کو دوسرے اسلامی فرائض ادا کرنے کا موقع نہ ملے' اس سے پہلے ہی وہ انتقال کر جائے' اللہ پاک ایمانی برکت سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔

**حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ:** بذیل تفسیر سورۂ مدثر "وثيابك فطهر" فرماتے ہیں کہ عرب کے شعراء ثیاب سے مراد دل لیا کرتے ہیں۔ امراالقیس کہتا ہے۔ وان كنت قد ساتك مني خليقة فسلي ثيابي من ثيابك تنسلي اس شعر میں ثیاب سے مراد دل ہے۔ یہاں مناسب یہی ہے کیونکہ کپڑوں کا پاک رکھنا صحت صلوٰۃ کے لیے ضروری ہے مگر دل کا پاک صاف رکھنا ہر حال میں لازمی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے ((ان في الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله و اذا فسدت فسد الجسد كله الا و هي القلب)) یعنی انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے' سو وہ دل ہے۔ ((اللهم اصلح قلبي و قلب كل ناظر)) (تفسیر ثنائی)

**عجیب لطیفہ:** قرآن مجید کی کون سی سورۃ پہلے نازل ہوئی؟ اس بارے میں قدرے اختلاف ہے مگر سورۂ اقراء باسم ربک الذی پر تقریباً اکثر کا اتفاق ہے' اس کے بعد فترۃ وحی کا زمانہ اڑھائی تین سال رہا اور پہلی سورۃ یا ایہا المدثر نازل ہوئی۔ مسلکی تعصب کا حال ملاحظہ ہو کہ اس مقام پر ایک صاحب نے جو بخاری شریف کا ترجمہ با شرح شائع فرما رہے ہیں۔ اس سے سورۂ فاتحہ کی نماز میں عدم رکنیت پر دلیل پکڑی ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔ "سب سے پہلے سورۂ اقرا نازل ہوئی اور سورۂ فاتحہ کا نزول بعد کو ہوا ہے تو جب تک اس کا نزول نہیں ہوا تھا' اس زمانے کی نمازیں کس طرح درست ہوئیں؟ جب کہ فاتحہ رکن نماز ہے کہ بغیر اس کے نماز درست ہی نہیں ہو سکتی قائلین رکنیت فاتحہ جواب دیں۔" (انوار الباری' جلد: اول / ص: ۴۰)

نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا صحت نماز کے لیے ضروری ہے' اس پر یہاں تفصیل سے لکھنے کا موقع نہیں نہ اس بحث کا یہ محل ہے ہاں حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے فان قراتها فريضة و هي ركن تبطل الصلوة بتركها (غنیۃ الطالبین' ص: ۵۳) یعنی نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا بطور رکن نماز فرض ہے جس کے ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے' موصوف کے جواب میں ہم سردست اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ جب کہ ابھی سورۂ فاتحہ کا نزول ہی نہیں ہوا تھا جیسا کہ موصوف نے بھی لکھا ہے تو اس موقع پر اس کی رکنیت یا فرضیت کا سوال ہی کیا ہے؟ ابتدائے رسالت میں بہت سے اسلامی احکام وجود میں نہیں آئے تھے جو بعد میں بتلائے گئے۔ پھر اگر کوئی کہنے لگے کہ یہ احکام شروع زمانہ رسالت میں نہ تھے تو ان کا ماننا ضروری کیوں؟ غالباً کوئی ذی عقل انسان اس بات کو صحیح نہیں سمجھے گا۔ پہلے صرف دو نمازیں تھیں بعد میں نماز پنج وقتہ کا طریقہ جاری ہوا' پہلے اذان بھی نہ تھی بعد میں اذان کا سلسلہ جاری ہوا۔ مکی زندگی میں رمضان کے روزے فرض نہیں تھے' مدنی زندگی میں یہ فرض عائد کیا گیا۔ پھر کیا موصوف کی اس نازک دلیل کی بنا پر ان جملہ امور کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ ایک ادنیٰ تامل سے یہ حقیقت واضح ہو سکتی تھی' مگر جہاں قدم قدم پر مسلکی و فقہی جمود کام کر رہا ہو وہاں وسعت نظری کی تلاش عبث ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب بھی سورۂ فاتحہ کا نزول ہوا اور نماز فرض باجماعت کا طریقہ اسلام میں رائج ہوا' اس سورۂ شریفہ کو رکن نماز قرار دیا گیا۔ نزول سورہ و فرض نماز جماعت سے قبل ان چیزوں کا کوئی سوال ہی

نہیں پیدا ہو سکتا۔ باقی مباحث اپنے مقام پر آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حدیث قدسی میں سورۂ فاتحہ کو "نماز" کہا گیا ہے۔ شاید معترض صاحب اس پر بھی یوں کہنے لگیں کہ جب سورۂ فاتحہ ہی اصل نماز ہے تو اس کے نزول سے قبل والی نمازوں کو نماز کہنا کیوں کر صحیح ہو گا۔ خلاصہ یہ کہ سورۂ فاتحہ نماز کا ایک ضروری رکن ہے اور معترض کا قول صحیح نہیں۔ یہ جواب اس بنا پر ہے کہ سورہ فاتحہ کا نزول مکہ میں نہ مانا جائے لیکن اگر مان لیا جائے جیسا کہ کتب تفاسیر سے ثابت ہے کہ سورہ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی تو مکہ شریف ہی میں اس کی رکنیت نماز کے لیے ثابت ہو گی۔

## ٥- بَابٌ

٥- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ أَبِيْ عَائِشَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿لاَ تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ قَالَ: كَانَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً، وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُحَرِّكُهُمَا. وَقَالَ سَعِيْدٌ: أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا - فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ - فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: ﴿لاَ تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ قَالَ: جَمْعَهُ لَكَ صَدْرُكَ وَتَقْرَأَهُ ﴿فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾ قَالَ: فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ. فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ اسْتَمَعَ، فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ ﷺ كَمَا قَرَأَهُ.

[أطرافه في : ٤٩٢٧، ٤٩٢٨، ٤٩٢٩، ٥٠٤٤، ٧٥٢٤].

## باب

(۵) موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے حدیث بیان کی' ان کو ابو عوانہ نے خبر دی' ان سے موسیٰ ابن ابی عائشہ نے بیان کی' ان سے سعید بن جبیر نے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کلام الٰہی لا تحرک الخ کی تفسیر کے سلسلہ میں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن کے وقت بہت سختی محسوس فرمایا کرتے تھے اور اس کی (علامتوں) میں سے ایک یہ تھی کہ یاد کرنے کے لیے آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں اپنے ہونٹ ہلاتا ہوں جس طرح آپ ہلاتے تھے۔ سعید کہتے ہیں میں بھی اپنے ہونٹ ہلاتا ہوں جس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما کو میں نے ہلاتے دیکھا۔ پھر انہوں نے اپنے ہونٹ ہلائے۔ (ابن عباسؓ نے کہا) پھر یہ آیت اتری کہ اے محمد! قرآن کو جلد جلد یاد کرنے کے لیے اپنی زبان نہ ہلاؤ۔ اس کا جمع کر دینا اور پڑھا دینا ہمارا ذمہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں یعنی قرآن آپؐ کے دل میں جما دینا اور پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر جب ہم پڑھ چکیں تو اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں (اس کا مطلب یہ ہے) کہ آپ اس کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہو۔ اس کے بعد مطلب سمجھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر یقیناً یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ آپ اس کو پڑھو (یعنی اسکو محفوظ کر سکو) چنانچہ اس کے بعد جب آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام (وحی لے کر) آتے تو آپ (توجہ سے) سنتے۔ جب وہ چلے جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس (وحی) کو اسی طرح پڑھتے جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسے پڑھا تھا۔

**تشریح** حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وحی کی ابتدائی کیفیت کے بیان میں اس حدیث کا نقل کرنا بھی مناسب سمجھا جس سے وحی کی

عظمت اور صداقت پر بھی روشنی پڑتی ہے' اس لیے کہ اللہ پاک نے ان آیات کریمہ ﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴾ (القیامہ: ١٦) میں آپ کو پورے طور پر تسلی دلائی کہ وحی کا نازل کرنا' پھر اسے آپ کے دل میں جما دینا' اس کی پوری تفسیر آپ کو سمجھا دینا' اس کا ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھنا یہ جملہ ذمہ داریاں صرف ہماری ہیں۔ ابتدا میں آپ کو یہ کھٹکا رہتا تھا کہ کہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے جانے کے بعد میں نازل شدہ کلام کو بھول نہ جاؤں۔ اس لیے آپ ان کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ پڑھنے اور یاد کرنے کے لیے اپنی زبان مبارک ہلاتے رہتے تھے' اس سے آپ کو روکا گیا اور بغور و توجہ کامل سننے کے لیے ہدایتیں کی گئیں' جس کے بعد آپ کا یہی معمول ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت کریمہ ﴿ لا تحرک بہ ﴾ الخ کے نزول کے وقت عالم وجود میں نہ تھے۔ مگر بعد کے زمانوں میں جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے ابتدائی حالات بیان فرماتے تب ابتدائے نبوت کی پوری تفصیل بیان فرمایا کرتے تھے' ہونٹ ہلانے کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ ایسا ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے عہد میں دیکھا اور فعل نبوی کی اقتداء میں اپنے ہونٹ ہلا کر اس حدیث کو نقل فرمایا۔ پھر حضرت سعید بن جبیرؒ نے بھی اپنے عہد میں اسے روایت کرتے وقت اپنے ہونٹ ہلائے۔ اسی لیے اس حدیث کو "مسلسل بتحریک الشفتین" کہا گیا ہے۔ یعنی ایسی حدیث جس کے راویوں میں ہونٹ ہلانے کا تسلسل پایا جائے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ وحی کی حفاظت کے لیے اس کے نزول کے وقت کی حرکات و سکنات نبویہ تک کو بذریعہ نقل در نقل محفوظ رکھا گیا۔ آیت شریفہ ﴿ ثم ان علینا بیانہ ﴾ میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ اس طرف بھی ہے کہ قرآن مجید کی عملی تفسیر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور اپنے عمل سے دکھلائی۔ یہ بھی سب اللہ پاک کی وحی کے تحت ہے' اس سے حدیث نبوی کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ جو لوگ حدیث نبوی میں شکوک و شبہات پیدا کرتے اور ان کو غلط قرار دینے کی مذموم کوشش کرتے ہیں ان کے خیالات باطلہ کی بھی یہاں پوری تردید موجود ہے۔ صحیح مرفوع حدیث یقیناً وحی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآنی وحی کو وحی متلو اور حدیث کو وحی غیر متلو قرار دیا گیا ہے۔ حدیث مذکورہ سے معلم و متعلم کے آداب پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک متعلم کی حیثیت میں استماع اور انصات کی ہدایت فرمائی گئی۔ استماع کانوں کا فعل ہے اور انصات بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنکھوں سے ہوتا ہے۔ پس متعلم کے لئے ضروری ہے کہ درس کے وقت اپنے کانوں اور آنکھوں سے معلم پر پوری توجہ سے کام لے۔ اس کے چہرے پر نظر جمائے رکھے' لب و لہجہ کے اشارات سمجھنے کے لیے نگاہ استاد کی طرف اٹھی ہوئی ہو۔ قرآن مجید و حدیث شریف کی عظمت کا یہی تقاضا ہے کہ ان ہر دو کا درس لیتے وقت متعلم ہمہ تن گوش ہو جائے اور پورے طور پر استماع اور انصات سے کام لے۔ حالت خطبہ میں بھی سامعین کے لیے اسی استماع و انصات کی ہدایت ہے۔ نزول وحی کے وقت آپ پر سختی اور شدت کا طاری ہونا اس لیے تھا کہ خود اللہ پاک نے فرمایا ہے ﴿ انا سنلقی علیک قولا ثقیلا ﴾ بے شک ہم آپ پر بھاری باعظمت کلام نازل کرنے والے ہیں۔ پچھلی حدیث میں گذر چکا ہے کہ سخت سردی کے موسم میں بھی نزول وحی کے وقت آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے۔ وہی کیفیت یہاں بیان کی گئی ہے۔ آیت شریفہ میں زبان ہلانے سے منع کیا گیا ہے اور حدیث ہذا میں آپ کے ہونٹ ہلانے کا ذکر ہے۔ یہاں راوی نے اختصار سے کام لیا ہے۔ کتاب التفسیر میں حضرت جریر نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے اس واقعہ کی تفصیل میں ہونٹوں کے ساتھ زبان ہلانے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ ((کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نزل جبرئیل بالوحی فکان مما یحرک بلسانہ وشفتیہ)) اس صورت میں آیت و حدیث میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔

**راویان حدیث:** حضرت موسیٰ بن اسماعیل منقری۔ منقر بن عبید الحافظ کی طرف منسوب ہیں جنہوں نے بصرہ میں ٢٢٣ھ ماہ رجب میں انتقال فرمایا۔ غفراللہ لہ۔ ابو عوانہ وضاح بن عبداللہ ہیں جن کا ١٩٦ھ میں انتقال ہوا۔ موسیٰ بن ابی عائشہ (الکوفی الھمدانی) ہیں۔ سعید بن جبیر بن ہشام الکوفی الاسدی ہیں۔ جن کو ٩٦ھ میں مظلومانہ حالت میں حجاج بن یوسف ثقفی نے نہایت ہی بے دردی کے ساتھ

قتل کیا۔ جن کی بددعا سے حجاج پھر جلد ہی غارت ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ترجمان القرآن کہا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے فہم قرآن کی دعا فرمائی تھی۔ ۶۸ھ میں طائف میں ان کا انتقال ہوا۔ صحیح بخاری شریف میں ان کی روایت سے دو سو سترہ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ (قسطلانی)

## بَابٌ

٦- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ. قَالَ: وَحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ نَحْوَهُ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ. فَلَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

[أطرافه في : ١٩٠٢، ٣٢٢٠، ٣٥٥٤، ٤٩٩٧].

## باب

(۶) ہم کو عبدان نے حدیث بیان کی' انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' ان کو یونس نے' انہوں نے زہری سے یہ حدیث سنی۔ (دوسری سند یہ ہے کہ) ہم سے بشر بن محمد نے یہ حدیث بیان کی۔ ان سے عبداللہ بن مبارک نے' ان سے یونس اور معمر دونوں نے' ان دونوں نے زہری سے روایت کی پہلی سند کے مطابق زہری سے عبیداللہ بن عبداللہ نے' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ جواد (سخی) تھے اور رمضان میں (دوسرے اوقات کے مقابلہ میں جب) جبریل آپؐ سے ملتے بہت ہی زیادہ جود و کرم فرماتے۔ جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آپؐ سے ملاقات کرتے اور آپؐ کے ساتھ قرآن کا دورہ کرتے' غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بھلائی پہنچانے میں بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ جود و کرم فرمایا کرتے تھے۔

**تشریح** اس حدیث کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ رمضان شریف میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپؐ سے قرآن مجید کا دور کیا کرتے تو معلوم ہوا کہ قرآن یعنی وحی کا نزول رمضان شریف میں شروع ہوا۔ جیسا کہ آیت شریفہ ﴿ شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن ﴾ (البقرۃ: ۱۸۵) میں مذکور ہے۔ یہ نزول قرآن لوح محفوظ سے بیت العزت میں سماء دنیا کی طرف تھا۔ پھر وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول بھی رمضان شریف ہی میں شروع ہوا۔ اسی لیے رمضان شریف قرآن کریم کے لیے سالانہ یادگار مہینہ قرار پایا اور اسی لئے اس ماہ مبارک میں آپ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن مجید کا باقاعدہ دور فرمایا کرتے تھے۔ ساتھ ہی آپؐ کے "جود" کا ذکر خیر بھی کیا گیا۔ سخاوت خاص مال کی تقسیم کا نام ہے۔ اور جود کے معنے ((اعطاء ما ينبغى لمن ينبغى)) کے ہیں جو بہت زیادہ عمومیت لئے ہوئے ہے۔ پس جود مال ہی پر موقوف نہیں۔ بلکہ جو شے بھی جس کے لیے مناسب ہو دے دی جائے' اس لئے آپؐ اجود الناس تھے۔ حاجت مندوں کے لئے مالی سخاوت' تشنگان علوم کے لئے علمی سخاوت' گمراہوں کے لئے فیوض روحانی کی سخاوت' الغرض آپؐ ہر لحاظ سے تمام بنی نوع انسان میں بہترین سخی تھے۔ آپ کی جملہ سخاوتوں کی تفصیلات کتب احادیث و سیر میں منقول ہیں۔ آپ کی جود و سخاوت کی تشبیہ بارش لانے والی ہواؤں سے دی گئی جو بہت ہی مناسب ہے۔ باران رحمت سے زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ آپ کی جود و سخاوت سے بنی نوع انسان کی اجڑی ہوئی دنیا آباد ہو گئی۔ ہر طرف ہدایات کے دریا بہنے لگے۔ خدا شناسی اور اخلاق فاضلہ کے سمندر موجیں مارنے